صاحب زبدة الاتقان

مقدمہ علوم القرآن

مقدمہ زبدة الاتقان

مقدمہ تفسیر القرآن

احمد خبیب

http://watsapp.me/923076859893

http://watsapp.me/923076859893

صاحب زبدۃ الاتقان

نام اور نسب:

شیخ محمد بن علوی بن عباس بن عبد العزیز الادریسی الحسنی المالکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔ ان کا نسب، والد اور والدہ رحمہما اللہ کی طرف سے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے۔انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے نسب کا ذکر خود اس طرح کیا ہے: "محمد الحسن بن علوی بن عباس بن عبد العزیز بن عباس بن عبد العزیز بن محمد بن قاسم بن علی بن عربی بن ابراہیم بن عمر بن عبد الرحیم بن عبد العزیز بن ہارون بن علوش بن مندیل بن علی بن عبد الرحمٰن بن عیسیٰ بن احمد بن محمد بن عیسیٰ بن ادریس بن ادریس بن عبد اللہ الکامل بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط بن علی، جو کہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔

کنیت اور القابات:

ان کی کنیت ابو احمد ہے۔ اور القاب ہیں: محدث الحرمین، فخر المالکیہ۔

ولادت اور وفات:

ان کی ولادت مکۃ المکرمہ باب السلام کے قریبی محلّہ قرارہ میں 1367 ہجری بمطابق 1948 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا۔اس کے بر عکس زیادہ تر لوگوں میں 1365 ہجری مشہور ہے۔ان کا انتقال 15 رمضان المبارک 1425 ہجری بمطابق 29 جنوری 2004 عیسوی بروز جمعہ فجر کے وقت مکۃ المکرمہ میں ہوا۔اور آپ کو جنت المعلی میں اپنے والد السید علوی بن عباس کے پاس اور ام المؤمنین محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مبارک مزار کے سامنے دفن کیا گیا۔

پرورش اور تعلیم:

آپ اپنی والدہ کی نگہداشت میں پلے بڑھے۔ انہی سے آپ نے قرآن شریف پڑھا پھر اپنے چچا سید حسن المالکی کے پاس حفظ قرآن کے مدرسہ میں داخل لیا اور قرآن پاک حفظ کیا۔ اپنے والد سے فقہ، حدیث، تفسیر، گرامر اور منطق کے اصول سیکھے، پھر مکہ مکرمہ کے مدرسۃ الفلاح میں داخلہ لیا اور اس ساتھ شام میں مکہ مکرمہ کے علمائے کرام کی صحبت میں رہ کر عصر مغرب اور عشاء کی نمازوں میں علم حاصل کرتے۔

علمی اور دعوتی دورے:

آپ نے بہت سے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا، ان سے علم، اسناد اور روایت حاصل کی اور نیکی کی دعوت کے کام کیئے ان ممالک میں مصر، ہندوستان، پاکستان، سوڈان، لیبیا، انڈونیشیا، مراکش،

http://watsapp.me/923076859993

ملائیشیا، برونائی، سنگاپور، ترکی، متحدہ عرب امارات، کویت، عمان، شام، لبنان، سینی گال، اردن، جنوبی افریقہ، کینیڈا، امریکہ، برطانیہ، نائجیریا، اور دیگر ممالک شامل ہیں۔

آپ کے مشائخ:

ممتاز علماء اور عظیم ائمہ کی ایک بڑی جماعت سے آپ نے علم حاصل کیا:

1. علامہ شیخ علوی بن عباس بن عبدالعزیز المالکی (1391ھ)۔
2. علامہ شیخ محمد العربی ابن الطبانی الجزائری المکی (1390ھ)۔
3. علامہ شیخ حسن بن سعید الیمانی المکی المعروف الشافعی الصغیر (1391ھ)۔
4. علامہ شیخ محمد یحییٰ امان الکتبی المکی (1387ھ)۔
5. مصر کے مفتی اعظم شیخ حسنین بن محمد حسنین مخلوف۔ (1411ھ)۔
6. شیخ ضیاالدین احمد القادری الہندی، پھر المدنی۔

شیخ علوی نے اپنی کتاب "الطالع السعید المنتخب من المسلسلات والاسانید" میں ان کا ذکر اس الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

"والشیخ المعمر فوق المائۃ، ضیاء الدین احمد القادری، سندہ عالی جداً، فھو یروی عن عن عدۃ منھم الشیخ إحمد رضا خان البریلوی عصری الدحلان"۔

7. علامہ شیخ صالح بن محمد بن صالح الجعفری المصری۔ (1399ھ)
8.

آپ کے مشہور شاگرد:

آپ رحمہ اللہ کے پاس پوری دنیا کے طالب علم تھے اور بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، آپ کے جن شاگردوں نے آپ سے اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی ان میں سب سے نمایاں نام "علی الجفری" اور "عبداللہ فدق" ہیں۔

آپ کی مصروفیات:

- 1391ھ سے اپنے والد جناب سید علوی کی جگہ پر مسجد الحرام میں استاد رہے۔
- کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ المکرمہ کے شریعہ کالج میں 1390ھ سے 1399ھ تک پروفیسر رہے۔

http://watsapp.me/923016859093

علماء کی طرف سے ان کے لئے تعریفی الفاظ:

- آپ کے شیخ السید حسن بن سعید یمانی رحمۃ اللہ علیہ آپکے والد سید علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ کو خوش کرنے کی نیت سے کہا کرتے تھے: " ہذا فرع فاق اصلہ۔
- الشیخ محمد المشاط اور الشیخ عبداللہ بن احمد دردم دونوں نے آپکو "فخر المالکیہ "کا نام دیا۔
- آپ کے شاگرد سید نبیل الغمری نے آپ کے بارے میں کہا: "ہمارے شیخ جناب محمد بن علوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مصروف تھی، اور آپ کے تمام اوقات مصروف تھے، اور آپ بچپن سے طلب علم، سماعت علم، حصول علم، اور سیکھنے سکھانے میں سے مصروف تھے۔
-

آپ کی تصانیف:

آپ کی کتابیں مطبوعہ اور مخطوط سو سے زیادہ، ہیں۔ صرف مطبوعہ ہی تقریباً اسی ہیں۔ جیسا کہ:

1) أبواب الفرج
2) اتحاف ذوي الهمم العلية في رفع أسانيد والدي السنية
3) أدب الإسلام في نظام الأسرة
4) أذكار نبوية وأدعية سلفية
5) أصول التربية النبوية
6) الإعلام بفتاوى أئمة الإسلام في مولد خير الأنام
7) إمام دار الهجرة مالك بن أنس
8) الأنوار البهية من إسراء ومعراج خير البرية
9) أنوار المسالك في روايات موطأ الإمام مالك
10) البشرى في مناقب السيدة خديجة الكبرى رضي الله عنها
11) البيان والتعريف بذكرى المولد النبوي الشريف
12) حول خصائص القرآن
13) حول الاحتفال بذكرى المولد النبوي الشريف
14) زبدة الإتقان في علوم القرآن

http://watsapp.me/923076859893

مقدمہ علوم القرآن

محترم طلباء کرام آپ نے مختلف علوم کو پڑھا ہے۔ جیسے کہ علم التفسیر، علم الحدیث، علم اصول التفسیر ، اور علم الفقہ۔
بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ علوم القرآن میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ علم اصول تفسیر کے بارے ہیں، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ بلکہ درست یہ ہے کہ علوم القرآن ایک کلی اور علم التفسیر اس کی ایک جزئی ہے۔

اس کتاب میں آپ تمام علوم القرآن کو ایک مستقل منفرد علم کی حیثیت سے پڑھیں گے۔ اسی بات کو کثیر علماء کرام نے واضح کیا ہے جیساکہ : "علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی" المتوفی 1367 ہجری، نے اپنی کتاب "مناحل العرفان فی علم القرآن" میں اور "علامہ ابو عمر محمد بن محمد ابو شہبہ" نے اپنی کتاب "المدخل لدراسۃ القرآن الکریم"، میں اور "علامہ نور الدین عطر" نے اپنی کتاب "علوم القرآن الکریم" میں۔ اور یہاں ہم ان کے کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ دونوں علوم یعنی کہ "علوم القرآن" اور "علم اصول التفسیر" کے فرق کو واضح کیا جاسکے۔

لفظ "علوم القرآن" لغوی طور پر ہی ان علوم کی نشاندہی کرتا ہے جو قرآن پاک سے متعلق ہیں، یہ لفظ قدیم زمانے میں بھی اسی طرح استعمال ہوتا تھا، یعنی کہ قرآن پاک سے لیے گئے علوم شریعت۔ جیساکہ : عقیدہ، فقہ، اخلاقیات، یا پھر انسان، کائنات، فطرت، پودوں، آسمان اور آسمانی کرہ، کے بارے میں عمومی معلومات۔

اسی طرح "علوم القرآن" لغوی طور پر ہی وہ علوم بھی مراد ہیں جو قرآن کے معانی کو براہ راست سمجھنے کے لئے ہیں، یا ان کے ذریعے قرآن پاک کے معانی کو سمجھا جاتا ہے، یا اس کے قریب قریب کے، یا اس سے اخذ کئے ہوئے معنی پر مشتمل ہوں، اس دوسرے لغوی استعمال کے اعتبار سے بہت سے بڑے علوم اس میں شامل ہیں، جیسے: علم الفسیر، علم القراءت، اور علم الرسم العثمانی، علم اعجاز القرآن، علم اعراب القرآن، اور دیگر دینی علوم، لغت اور بلاغت وغیرہ اور وہ تمام علوم جنہیں علماء کرام قرآن کے تفصیلی مطالعہ کے بعد اپنی کتابوں میں درج فرمایا۔

پھر علماء کرام نے لفظ "علوم القرآن" کو ایک علم کا نام بنادیا، جس کا ایک خاص معنی ہے، اور وہ مندرجہ بالا تمام کے علاوہ ایک خاص علم کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ نیا مفہوم ایک ایسے علم کے لیے مخصوص ہے جو کہ قرآن سے متعلقہ ان تمام علوم کو ایک عمومی اور جامع انداز سے یکجا کرتا ہے۔

http://watsapp.me/923076859863

علوم القرآن کی تعریف:

تجزیاتی تحقیقی نقطہ نظر کا تقاضا ہے کہ پہلے ہم اس مرکب اضافی کے دونوں حصوں میں سے ہر ایک کا مفہوم الگ الگ بیان کریں، اور پھر وضاحت کریں کہ مرکب بننے کے بعد اس سے کیا مراد ہے، اور اس کے بعد مکمل فن کے طور پر اس سے کیا مراد ہے۔

اس مرکب کے دو حصے لفظ "علوم" اور لفظ "قرآن" ہیں۔ جہاں تک "علوم" کا تعلق ہے، تو یہ "علم" کی جمع ہے اور عربی زبان میں علم ایک مصدر ہے جس کا مطلب ہے "سمجھنا اور جاننا"۔ یہ "یقین" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اصطلاح کے بارے بات کریں تو علماء کرام کے اقوال مختلف اعتبارات کے مطابق مختلف ہیں، متکلمین نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے: "یہ ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے اشیاء اس کے متعلق پر واضح ہوتی ہیں۔ فلاسفہ اور حکماء نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے: "کسی چیز کی دماغ میں حاصل ہونے والی تصویر علم کہلاتی ہے"۔

ان میں سے کوئی بھی تعریف یہاں مقصود نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد اہل تدوین کی اصطلاح و عرف والا علم ہے۔ اور تدوین عام میں علم سے مراد: "ایک ہی جہت میں باہم ملے ہوئے مسائل کا مجموعہ ہے" چاہے ان کا موضوع ایک ہو یا مقصد کا اتحاد ہو، غالب طور پر یہ مسائل کلی نظریاتی ہوتے ہیں، اور کبھی کلی ضروری اسی طرح جزوی یا شخصی بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ علم الحدیث روایۃً کے مسائل، کہ یہ در حقیقت شخصی مسائل ہیں جن کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علم کا معنی "ایسا ملکہ جس کے ذریعے یہ مسائل حاصل کیے جاتے ہیں"۔ یا علم کے معنی" مسائل کے ادراک" کے یہ بھی یہاں مراد نہیں۔ کیونکہ ہماری علم کے بارے گفتگو ایک" فن مدون" کے معنی میں ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو کچھ لکھا اور مرتب کیا جائے وہ مسائل اور قواعد ہوتے ہیں، ملکہ یا ادراک نہیں۔

لفظ "قرآن" کے بارے علماء کا اختلاف ہے کہ یہ مشتق ہے یا نہیں، اور یہ مہموز ہے یا نہیں، اسی طرح مصدر اور وصف ہونے کے بارے بھی کئی اقوال ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے: جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ مہموز ہے، ان کی دو رائے ہیں ان میں سے ایک جماعت (جن میں " اللحیانی" بھی ہیں) کا کہنا ہے: لفظ "قرآن "قرء کا مصدر ہے تلاوت کے معنی میں، جیسا کہ الرجحان اور الغفران، پھر تسمیۃ المفعول بالمصدر کے طریقے سے اس کو مصدر کے معنٰی سے منتقل کرکے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے کلام پاک کا نام رکھا دیا گیا۔ اس رائے کی گواہی کتاب اللہ میں لفظ قرآن کے مصدر بمعنی قراءت وارد ہونے سے ملتی ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: "ان علینا جمعہ وقرءانہ فاذاقرانہ فاتبع قرءانہ" القیامہ 17-18 یعنی انکی قراءت۔

ان میں سے ایک جماعت (جن میں الزجاج بھی ہیں) نے کہا: یہ فعلان کے وزن پر وصف ہے اور قرء بمعنی جمع سے مشتق ہے۔ لغت میں کہا جاتا ہے: "قرءت الماء فی الحوض" یعنی میں نے اسے جمع کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل

http://watsapp.me/923076859893

ہونے والے کلام میں سورتیں، آیات، واقعات، احکام، نواہی، یا پھر پچھلی کتابوں کے ثمرات کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام رکھ دیا گیا

ان دونوں رائے کے مطابق یہ مہموز ہے، لہٰذا اس میں ہمزہ کو ترک کرنا، تخفیف اور اس کی حرکت کو ما قبل ساکن حرف کی طرف منتقل کرنا ہے، اور اس میں الف لام تعریف کے لیے نہیں بلکہ لمح اصل کے لئے ہے۔

جن کی رائے میں یہ مہموز نہیں، ان کا اس کے اشتقاق کی اصل میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ جن میں "الاشعری" بھی ہیں انہوں نے کہا: یہ "قرنت الشیئ بالشیئ" سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب ہے ایک شی کو دوسری سے جوڑ دینا۔ اور اسے "القرآن" سورتوں، آیات اور حروف کے جڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

امام "الفراء" کا کہنا ہے کہ: یہ "القرائن" سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اس کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، اور ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں۔ یہی قرائن ہیں، یعنی: مشابہت اور نظیر ہونا۔

ان دونوں اقوال کے مطابق اس کا "نون" اصلی ہیں، برعکس پہلے دو اقوال کے کہ ان کے ہاں اس کا "نون" زائدہ ہے۔

ان چاروں اقوال کے خلاف ایک پانچواں قول بھی ہے، کہ یہ ایک غیر منقول علم کا نام ہے، جو کہ ابتداءً ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے کلام پر علم کے طور پر وضع کیا گیا۔ اور یہ مہموز بھی نہیں ہے۔ اور یہی قول امام شافعی، امام بیہقی، خطیب بغدادی اور دیگر علماء سے سنداً مروی ہے: کہ وہ "قراءۃ" کو مہموز، اور "القرآن" کو غیر مہموز کہتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ "القرآن" ایک اسم ہے، مہموز نہیں، اور "قراءۃ" سے مشتق نہیں، بلکہ یہ تورات اور انجیل کی طرح کتاب اللہ کا نام ہے۔

اصولیین، فقہاء اور اہل عرب کے نزدیک قرآن کی تعریف:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اللہ کا وہ کلام جس کی تلاوت عبادت، الفاظ عاجز کر دینے والے، تواتر سے نقل کے بعد مصحف میں لکھا ہوا، سورت فاتحہ سے لیکر والناس تک۔

اضافت کے اعتبار سے علوم القرآن کا معنی:

مرکب اضافی کے دونوں حصوں کا مطلب واضح ہو گیا ہے۔ جس سے ان کے درمیان پائے جانے والی اضافت کی مراد بھی واضح ہو گئی۔ اس سے مراد قرآن کے متعلقہ تمام علم و معارف ہیں، اس لیے لفظ "علوم" جمع ہے نہ کہ مفرد، کیونکہ اس سے مراد ہر اس علم کی شمولیت ہے جو متعدد پہلوؤں میں سے کسی پہلو سے قرآن پاک پر تحقیق کرتا ہے۔ اس میں یہ سارے علوم شامل ہیں: "علم تفسیر، علم الرسم العثمانی، علم القراءت، علم غریب القرآن، قرآن، علم اعجاز القرآن، علم الناسخ والمنسوخ، علم

http://watsapp.me/923076259893

المحکم والمتشابہ، علم اعراب القرآن، علم مجاز القرآن، علم امثال القرآن، اور دوسرے بہت سے علوم جن میں علماء نے اپنی وسیع تحقیقات کی اور بہت سی کتابیں ترتیب دی ہیں۔

علوم القرآن کی اصطلاحی تعریف:

قرآن پاک کے نزول، ترتیب، جمع، کتابت، قراءت، تفسیر، اعجاز، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ سے متعلقہ مباحث اور اس علم میں مذکورہ دیگر مباحث پر مشتمل علم کو علوم القرآن کہا جاتا ہے۔

اس علم کا موضوع:

تعریف میں مذکور پہلوں میں سے کسی بھی پہلو کے اعتبار سے اس علم کا موضوع "قرآن مجید" ہے۔ علاوہ علوم القرآن کے اضافی معنوں کے۔ کیونکہ ان علوم میں سے ہر علم کا موضوع کسی نہ کسی اعتبار سے قرآن کریم ہی ہے۔ مثال کے طور پر علم تفسیر کا موضوع، قرآن پاک کے معانی اور شرح بیان کرنے کی حیثیت سے قرآن کریم ہے۔اس سے مراد بقدر طاقت بشری ہی ہے۔ علم قراءت کا موضوع بھی الفاظ اور ادائیگی کے اعتبار سے قرآن کریم ہی ہے۔ علم الرسم کا موضوع بھی اسے لکھنے کے اعتبار سے قرآن پاک ہے۔اسی طرح دیگر تمام علوم بھی۔۔۔

علوم القرآن کا فائدہ اور غرض:

01 :۔اس علم سے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے، اسے صحیح طریقے سے سمجھنے اور اس سے احکام وآداب اخذ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کیوں کہ قرآن کا مطالعہ کرنے والا اور اس کا مفسر، صحیح اور حق بات نہیں پہنچ سکتا ہے جب کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ کیسے نازل ہوا؟ اور کب نازل ہوا؟ اس کی سورتوں اور آیات کی ترتیب کیا تھی؟ اور اس کا اعجاز کس چیز سے تھا؟ اور یہ کیسے ثابت ہے؟ اس کا ناسخ اور منسوخ کیا ہے؟ اسی طرح اس فن میں مذکور دیگر مباحث بھی، ورنہ یہ لغزش اور خطاء کا شکار ہوگا۔

مفسر کے لیے تو یہ علم کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔اس کی مثال، حدیث کا صحیح مطالعہ کے خواہش مند کے لیے "علوم الحدیث" کی طرح ہے۔ امام سیوطی نے بھی "الاتقان فی علوم القرآن" کے مقدمہ میں اسی طرح کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: "میں زمانہ طالب علمی میں اس بات سے حیران ہوا کرتا تھا کہ جس طرح علماء کرام نے "علوم الحدیث" پر کتابیں لکھی ہیں اس طرح "علوم القرآن" پر کیوں نہیں لکھی"؟

http://watsapp.me/923076859893

02:۔ اس علم کا طالب علم دشمنان اسلام کے ان حملوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور تیز ہتھیار سے مسلح ہوتا ہے جو انہوں نے قرآن کریم کے خلاف جھوٹ اور بہتان تراشی کی۔ اور من چاہے اختلافات کئے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم ۔جو کہ اسلام کی اصل ہے۔کا دفاع ملت اسلامیہ کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

03:۔ اس علم کے طالب علم کو قرآن کریم، اس کے علوم و معارف اور اس سے متعلقہ وسیع ثقافت کا بہت زیادہ علم حاصل ہو جاتا ہے۔

علوم القرآن کی تدوین کی تاریخ:

علوم القرآن اور دیگر علوم پہلے دور میں کتابوں اور صحیفوں میں جمع نہیں تھے۔ بلکہ دلوں کے اوراق پر لکھے ہوئے تھے۔اور مدون و مکتوب صرف قرآن پاک ہی تھا کیونکہ اس کے علاوہ دیگر کے لکھنے کو حدیث صحیح میں منع کیا گیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری سند پر قرآن کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو، اور جس نے میری سند پر لکھا ہے، وہ اسے مٹا دے اور میری سند سے زبانی روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے"۔

اسی وجہ سے بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کو لکھنے اور جمع کرنے میں حرج جانا حتی کہ حدیث مبارکہ کو بھی باقاعدہ نہیں لکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن اور اسی کے علوم کے حفظ و روایت پر اکتفاء کیا۔ حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ابو الاسود الدؤلی کو علم نحو تیار کرنے کا حکم دیا، یہ علوم القرآن اور عربی زبان کی تدوین کی اچھی شروعات تھی۔

اموی دور میں: تدوین و تالیف کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہو گیا اور اس دور میں خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر علمائے کرام کو حکم دیا کہ وہ احادیث کو جمع کریں، اس خوف سے کہ علماء کے وصال کی وجہ سے احادیث ضائع نہ ہو جائیں گے۔ اور صحیح کو ضعیف اور قابل قبول کو مردود سے ممتاز کیا جائے۔

عباسی دور میں: تصنیف کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا یہاں تک کہ اس میں زیادہ تر دینی اور عربی علوم شامل ہو گئے۔ بلکہ دیگر علوم جیسا کہ فلسفہ اور اس کی فروعات، کثیر کتب فلسفہ کا ترجمہ اسی زمانہ میں کیا گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں تالیف و تدوین کی تحریک بہت قوت سے متحرک ہوئی، اس تحریک میں علوم قرآن کا کردار کوئی کم نہ تھا۔

http://watsapp.me/923076859893

اضافی یعنی عمومی معنی میں، تدوین علوم القرآن کی تاریخ:

یہ فطری امر تھا کہ قرآن کے علوم سے سب سے پہلے جو چیز مرتب کی گئی وہ علم تفسیر تھا۔ کیونکہ یہ قرآن کے فہم و تدبر میں یہ ایک بنیادی چیز ہے۔ حلال و حرام اور احکام کا استنباط اسی علم پر موقوف ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 161 ہجری) نے، حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 198 ہجری) نے، حضرت وکیع بن الجراح (متوفی 197 ہجری) نے، حضرت شعبہ بن الحجاج (متوفی 160 ہجری) نے اور حضرت مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 150 ہجری) نے تفسیر القرآن الکریم پر کتابیں لکھی اور ان کی تفاسیر صحابہ و تابعین کے اقوال کی جامع ہیں۔

ان کے بعد حضرت محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 310 ہجری) نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر (تفسیر طبری) مرتب کی، جو کہ ضخیم اور اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے۔ یہ سب سے پہلے اقوال کی توجیہات اور بعض کی بعض پر ترجیح کا اہتمام کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ، تفسیر بالماثور کو تفسیر بالرائے والاجتہاد کے ساتھ ملانے کی کوشش کرنے والوں میں سب سے پہلے انسان سمجھے جاتے ہیں۔

ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر، وہ پہلا قطرہ ہے جس کے بعد موسلادھار بارش ہوتی ہے، چنانچہ انہی کی تفسیر کے دو حصوں، تفسیر بالماثور اور غیر ماثور کی طرز پر بے شمار علماء کرام نے، طویل، متوسط اور مختصر تفسیریں مکمل یا بعض حصے پر لکھی
۔

تصنیف کی اس تحریک میں علوم القرآن کی تقریباً تمام اقسام شامل تھی، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ:

اسباب نزول کے بارے: امام بخاری کے شیخ، علی بن المدینی (متوفی 234 ہجری)۔

ناسخ و منسوخ کے بارے: ابو عبید القاسم بن سلام (متوفی 224 ہجری) اور ابو جعفر احمد بن محمد النحاس (متوفی 338 ہجری)۔

غریب القرآن اور مفردات القرآن کے بارے میں: ابو عبیدہ معمر بن المثنی (متوفی 209 ہجری) ابو بکر سجستانی (متوفی 230 ہجری) اور علامہ راغب الاصفہانی (متوفی 502 ہجری)۔

اِعراب القرآن کے بارے میں: محمد بن سعید الحوفی (متوفی 430) اور ابو البقاء عبد اللہ بن الحسین العکبری (متوفی 616 ہجری)۔

اعجاز القرآن کے بارے میں: الرومانی (متوفی 284 ہجری)، الخطابی (متوفی 388 ہجری) اور ابو بکر الباقلانی (متوفی 403 ہجری) وغیرہ۔

مجاز القرآن کے بارے میں : ابن قتیبہ (متوفی 286 ہجری)، الشریف الردذ (متوفی 406 ہجری) اور العز بن عبد السلام (متوفی 660 ہجری)۔

قراءت القرآن کے بارے میں : علم الدین السخاوی (متوفی 643 ہجری) اور ابن جزری (متوفی 833 ہجری)۔

اقسام القرآن کے بارے میں : ابن القیم الجوزیہ (متوفی 751 ہجری)۔

امثال القرآن کے بارے میں : "ابو الحسن الماوردی (متوفی 450 ہجری)۔

جدال القرآن کے بارے میں : نجم الدین الطوفی (متوفی 716 ہجری)۔

فضائل القرآن کے بارے میں : ابو عبید (متوفی 224 ہجری)، امام النسائی (متوفی 303 ہجری) اور ابن کثیر (متوفی 773 ہجری)۔

اور اس طرح کی دیگر بہت ساری بہت ساری کتابیں جو قرآن پاک کے متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔

علماء کرام نے اپنی کتابوں میں انواع کے اجزاء کے لئے استیعاب اور استقراء کے طریقے کو اپنایا۔ اس طرح کہ جس مجاز القرآن کے بارے میں لکھا ہے اس نے ہر اس آیت میں تتبع کیا جس میں مجاز ہے۔ جس نے امثال کے بارے لکھا، اس نے ہر اس آیت میں تتبع کیا جس میں مثال ہے۔ جس نے اقسام القرآن پر لکھا اس نے ہر اس آیت پر تتبع کیا جس میں کوئی نہ کوئی قسم ہے، حتیٰ کہ علوم القرآن کا ایک بہت بڑا خزانہ بن چکا ہے۔ آئندہ بھی قرآن پاک سے متعلقہ کتابیں اسی خزانہ کو بھرتی رہیں گی۔ اس لئے کسی بھی عوامی لائبریری سے ان علوم کی فہرست یا اشاریہ بنالیا جائے تو کافی ہے۔

تحریری فن کے معنی میں علوم القرآن کی تدوین:

تالیف کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے، علماء کرام نے ان اقسام کو ایک ہی مستقل کتاب میں جمع کرنے کا سوچا جیسا کہ محدثین نے علوم حدیث میں کیا ہے۔ انہوں نے ان تمام علوم سے خلاصہ کرکے ایک اور علم مرتب کیا، جو ان کے لیے ایک اشاریہ یا فہرست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس علم میں ان علوم کے تمام مسائل اور جزئیات کو شامل نہ کیا گیا البتہ ان کی خصوصیات اور مقاصد کو جمع کرلیتا ہے۔ یہی وہ علم ہے جسے "علوم القرآن" کہا جاتا ہے۔

اس طریقہ پر تدوین پہلے طریقہ والی تدوین کے بعد وجود میں آئی، اور پھر دونوں شانہ بشانہ چلی آرہی ہیں، کچھ علماء کرام اس علم میں ایک مستقل فن کے طور پر تحریر کرتے رہے، اور کچھ نے کسی ایک قسم میں تالیف کی۔

اس فن کے مصنفین کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ اس اصطلاح کا ظہور چھٹی صدی ہجری میں ابو الفرج ابن الجوزی کے ہاتھوں ہوا، امام السیوطی نے اپنی کتاب "الاتقان" کے مقدمہ میں فرمایا:

http://watsapp.me/923076859893

"چھٹی صدی ہجری میں "امام ابو الفرج ابن الجوزی" (متوفی 597 ہجری)، نے "فنون الافنان فی علوم القرآن" اور ایک کتاب "المجتبی فی علوم القرآن" کے نام سے کتاب لکھی"۔

ساتویں صدی ہجری میں " الشیخ علم الدین علی بن محمد السخاوی" (متوفی 643 ہجری) نے "جمال القراء" کے نام سے کتاب لکھی۔ اور "علامہ ابو شامہ" (متوفی 665 ہجری) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "المرشد الوجیز فی علوم تتعلق القرآن العزیز" ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں "امام بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی" (متوفی 794 ہجری) نے "البرھان فی علوم القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ یہ بہت قابل قدر کتاب ہے، اس علم میں امام سیوطی کی کتاب "الاتقان" کے علاوہ کوئی کتاب اس سے بڑھ کر نہیں۔ امام سیوطی نے بھی اپنی تصنیف میں ان پر اعتماد کیا، جیسا کہ آپ جان جائیں گے۔

پھر نویں صدی ہجری کا آغاز ہوا تو اس علم نے اس زمانہ میں بہت ترقی کی اور اس میدان کو خوب وسیع کر دیا، اس زمانہ میں "امام محمد بن سلیمان الکافیجی" (متوفی 873 ہجری) نے ایک کتاب "التیسیر فی قواعد علم التفسیر" کے نام سے لکھی، اسی صدی میں "امام جلال الدین البلقینی" (متوفی 824 ہجری) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "مواقع العلوم من مواقع النجوم" ہے۔ پھر ان کے بعد "امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی" آئے (متوفی 911 ہجری) انہوں نے کتاب لکھی جس کا نام "التحبیر فی علوم التفسیر" ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے "شیخ البلقینی" کی ذکر کردہ انواع پر اضافے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے 876 ہجری میں مکمل کی، لیکن معرفت واستقصاء کا شیدائی دل اتنی کوشش سے مطمئن نہ ہوا۔ اس لیے انھوں نے ایک جامع کتاب لکھنے کا عزم کیا جس میں وہ بہترین ترتیب اور ابواب بندی کے ساتھ احصاء، جمع اور ضبط کا انداز اپنائیں گے۔ انہی دنوں وہ "علامہ زرکشی" کی کتاب "البرھان" پر واقف ہوئے، آپ نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس لیے اب آپ نے اپنے عزم کو مضبوط کر لیا۔

امام سیوطی کو جس دور میں یہ جامع کتاب لکھنے کا خیال آیا اس بارے میں بتاتے ہیں کہ: "جب میں نے اس بارے سوچا تو حال یہ تھا کہ میں ایک قدم آگے بڑھتا تو دوسرا قدم کھینچ لیتا، جیسے ہی مجھے اطلاع ملی کہ "شیخ امام بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی" نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "البرہان فی علوم القرآن" ہے۔ میں نے کوشش کی تو یہ مجھے مل گئی"۔ پھر فرمایا: "جب میں اس کتاب پر واقف ہوا تو مجھے بہت خوشی ہوئی، میں نے اللہ کا شکر کیا اور جو کچھ میرے ذہن میں تھا اسے سامنے لانے کا عزم پختہ کر لیا، اور میں نے اس اعلی شان والی، واضح دلیل والی، کثیر فوائد ویقین والی اس کتاب کو پیش کیا اور میں نے اس کی

http://watsapp.me/923076859893

انواع کو "الاتقان" سے بھی زیادہ مناسب ترتیب دی، اور بعض انواع کو دوسری بعض میں ملا دیا، جسے ظاہر کرنا چاہیے تھا اس خوب کیا، اس میں موجود فوائد، فرائد، قواعد و شوارد میں اضافہ کیا۔ میں نے اسے "الاتقان فی علوم القرآن" کا نام دیا۔

علوم القرآن میں جدید تصانیف:

1) "مناہل العرفان فی علوم القرآن" علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی کی۔ یہ مواد سے بھرپور بہترین اسلوب والی کتاب ہے۔ جو دو جلدوں میں ہے۔
2) "المدخل الی دراسۃ القرآن الکریم" محترم ڈاکٹر علامہ شیخ محمد بن محمد ابو شھبہ۔
3) "علوم القرآن الکریم" پروفیسر ڈاکٹر علامہ نور الدین عتر۔
4) "البیان فی علوم القرآن" محترم ڈاکٹر علامہ الشیخ عبد اللہ الوہاب غزلان۔
5) "مباحث فی علوم القرآن" پروفیسر ڈاکٹر صبحی الصالح۔
6) "من روائع القرآن" پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی۔

http://watsapp.me/923076859893

مقدمہ زبدۃ الاتقان

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین أما بعد!

قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے، جس کے ساتھ اللہ پاک نے کتابوں کا اختتام کیا، اور اسے ایک لافانی عمومی دین، جس کے زریعے اس نے تمام ادیان پر مہر اختتام ثبت کی، ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا جن کے ذریعے انبیاء کے اختتام پر مہر لگائی،

قرآن پاک مخلوق کی اصلاح کے لیے خالق کا دستور ہے، زمین والوں کی رہنمائی کے لیے آسمانی قانون ہے، اس کے نازل کرنے والے نے اس کے زریعے ہر قانون کو ختم کردیا، ہر نشاۃ اور خوشی کو اسی کے اندر رکھ دیا۔ یہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ایسی دلیل اور نشانی ہے، جو لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی گواہ اور آپکی سچائی وامانت کی دلیل ہے۔ عظیم دین کی پناہ گاہ ہے، اسلام اپنے عقائد، عبادات، حکمت، احکام، آداب، اخلاق، قصے، خطبات، علوم ومعارف میں اسی پر انحصار کرتا ہے۔ عربوں کی اعلیٰ ترین زبان کا ستون ہے، اس کے ذریعے یہ زبان اپنی بقا اور سلامتی میں مضبوط ہے۔ اور اس زبان کے علوم اپنی اقسام وکثرت میں مضبوط ہو کر اپنے اسلوب اور مادہ میں تمام عالمی زبانوں پر فائق ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی، متقدمین امت اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کی بہت زیادہ توجہ کا مرکز ہے۔

یہ اہتمام وعنایت مختلف صورتیں میں پائی جاتی ہے، کبھی اس کے الفاظ وادائیگی، کبھی اسلوب واعجاز، اور کبھی کتابت وخط، اور کبھی تفسیر وتشریح کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ تحقیق کے ان تمام پہلوؤں کو الگ الگ علماء نے اختیار کیا کتابیں لکھی، اس کے علوم وضع کیئے، کتابیں لکھی اور اس وسیع علمی میدان میں دور کے راستوں کو بھی مکمل واضح کردیا۔ حتی کہ ہمارے اسلاف کرام اور ممتاز علماء کے اس قرآنی ورثہ سے اسلامی لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ یہ سارا ورثہ فخر کا باعث تھا اور اب بھی ہے، اسی کی بناپر آج بھی ہم روئے زمین کی ہر قوم وعقیدے کو للکارتے ہیں۔

اس طرح اب ہمارے سامنے مختلف تالیفات اور قیمتی انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ جن میں علم القراءت، علم التجوید، علم النسخ العثمانی، علم التفسیر، علم الناسخ والمنسوخ، علم غریب القرآن، علم اعجاز القرآن، اعراب القرآن اور اسی طرح کے دیگر دینی اور عربی علوم، جو تاریخ میں قرآن پاک سے متعلق ہمیں ملتے ہیں، بجا طور پر تاریخ کے سب سے حیرت انگیز علوم ہیں۔ اور ان علوم کا ظہور ایک خدائی معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق کرتا ہے: (ان نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون)۔

ان مذکورہ بالا علوم نے ایک نئے علم کو جنم دیا ہے جو ان سب کا مجموعہ واولاد ہے، جس میں ان سب کے اغراض ومقاصد، خصوصیات وراز ہیں۔ "بیٹا باپ ہی کا راز ہوتا ہے"۔ اسے "علوم القرآن کہا جاتا ہے، ان شاء اللہ یہی اس کتاب میں

ہمارے مطالعہ کا موضوع ہے۔ مگر اس میں ہم قرآن کریم کی تفسیر کے رموز میں غور کی سہولت کے لئے علم تفسیر سے متعلقہ علوم کا اہتمام کریں گے۔ یہ مفسرین کے لئے چابی کی طرح ہے، اس اعتبار سے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے علم حدیث کا مطالعہ کرنے والے کے لئے علوم الحدیث ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" کے خطبہ میں یہ بات بیان کی ہے، جس میں سے اس" زبدۃ الاتقان" کا خلاصہ کیا گیا ہے، فرمایا: میں اپنے طالب علمی زمانہ میں متقدمین پر حیرت زدہ تھا کہ انہوں نے جس طرح علم حدیث کے حوالے کتب ہیں اس طرح علوم القرآن کی اقسام میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔

یہ علوم قرآن کے وہ ابواب ہیں، جن کا خلاصہ ہم نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" سے کیا، کچھ تحقیقات اور اضافے کے ساتھ جو فائدہ کو مکمل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ ہم نے اس کا نام "زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن" رکھا ہے۔ ہم اللہ تعالی کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسے اس کی اصل کی طرح نافع اور نیک کام بنائے۔ آمین

http://watsapp.me/923076850893

مقدمہ مصطلح التفسیر القرآن

جان لیں کہ تفسیر پڑھنے سے پہلے اصطلاح " تفسیر " کو جاننا ضروری ہے، تاکہ انسان کو اس کی مکمل بصیرت حاصل ہو، اور وہ مکی ومدنی، ناسخ ومنسوخ، اسباب نزول کو جان لے، اسی سے آیات کو سمجھا جاتا ہے۔ جو اس مصطلح کو سمجھے بغیر آیات میں غور وخوض شروع کردے، تو سستی اور پریشانی کا سامنا کرنے کے ساتھ، مقاصد بھی اس پر ملتبس ہوجاتے ہیں۔

علم تفسیر "فسرت الشی اذا بیننتہ" سے بنا ہے، اور اس علم کو تفسیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی وضاحت کرتا ہے۔

تعریف: یہ ایسا علم ہے جس میں قرآن کے احوال کے بارے، نزول کے لحاظ سے بحث کی جاتی ہے، جیسے کہ مکی یا مدنی، اور اسی طرح اس کی سند، ادائیگی، الفاظ اور احکام سے متعلقہ معانی سے بحث کی جاتی ہے۔

موضوع: نزول کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

فائدہ: قرآن کے معانی کو سمجھنا اور سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرنا۔

ثمرہ: اللہ کی رسی کو تھامے رکھنا اور دونوں جہاں میں خوشیاں حاصل کرنا۔

واضع: اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع کیا ہے، یہ الہی، نبوی علم ہے۔

استمداد: خود قرآن پاک، سنت اور عربوں کے طریقوں سے۔

مسائل: اس سے حاصل ہونے والے احکام، عقائد، ضرب الامثال اور مواعظ۔

انتساب: یہ دینی علوم میں سے ہے، بلکہ تمام علوم کا سردار ہے کیونکہ یہ قرآن پاک سے لیا گیا ہے۔

اس علم کی فضیلت: یہ سب سے معزز اور عظیم علوم میں سے ایک ہے۔ کیونکہ علوم کا شرف ان کے موضوعات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور اس کا موضوع بہت عزت وشرف والا ہے۔

اس کی ضرورت: اس لیے کہ احکام پر مشتمل قرآن پاک کا فہم ہی ابدی کامیابیوں کا مدار اور سب سے زیادہ قابل اعتماد رسی ہے۔ جس کی طرف ہدایت لطیف الخبیر کی طرف سے توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتی، حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فصاحت میں اپنی اعلی مقام اور مشکاۃ نبوت سے روشن باطن والے ہونے کے باوجود، اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کے بارے میں پوچھا کرتے جسے وہ سمجھ نہ پاتے یا ان سوچ وہاں تک نہ پہنچ پاتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیاہ اور سفید دھاگے کے معاملے میں ہوا۔ کوئی شک نہیں کہ ہمیں اسی کی ضرورت ہے جو ان کو تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

قرآن کی تعریف: لفظ قرآن لغوی طور پر "القرء" سے بنا ہے، جو کہ جمع ہے۔ اور عرفاً یہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا، ایک بھی سورت کے ذریعے عاجز کردینے والا کلام ہے۔"

http://wa.me/923076859893

لفظ "کلام" تمام کلاموں کو جامع ہے۔اور "ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا"، یہ دوسرے انبیاء پر نازل ہونے والے کلام، جیسے تورات، انجیل اور دیگر تمام کتابوں اور صحیفوں کو خارج کرنے کے لیے فصل ہے۔اور لفظ "معجزہ" دوسری فصل ہے۔جو احادیث قدسیہ کو الگ کرنے کے لئے ہے، جیسے کہ صحیحین کی حدیث: (میں ویسا ہی ہوں جیسا میرا بندہ سوچتا ہے)۔

اور تعریف کو معجزات تک محدود کرنا، اگرچہ قرآن پاک دوسری چیزوں کے لیے بھی نازل ہوا ہے۔اس وجہ سے ہے کہ یہاں امتیاز کیے لئے ضروری چیز ہی سب سے اہم ہے۔اور "بسورۃ منہ "میں کم سے کم مقدار کا بیان ہے جس سے اعجاز حاصل ہو جائے ۔یہ مقدار چھوٹی سورت کوثر جتنی ہے ۔بلکہ چھوٹی سورت میں سب سے کم معجزہ ہے۔اس لیے کہ قرآن میں ہر آیت کو ما قبل اور مابعد سے مناسبت ہے تو یہ کم از کم تین آیتیں ہوں گی۔

بعض علماء نے تعریف میں "المتعبد بتلاوتہ" کا اضافہ کیا، تاکہ منسوخ التلاوت آیات خارج ہو جائیں۔

سورت: قرآن کا ایک جملہ، جس میں کم سے کم تین آیات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے مخصوص و مشہور نام سے پکاری جاتی ہیں۔

آیت: آیت کے آخر میں آنے والا کلمہ کے ذریعے الگ کیا ہوا، سورت کا ایک ایک جملہ، آیت کہلاتا ہے۔

عرض: جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت ہو لازمی اطلاع دیجئے۔

http://watsapp.me/923076859893

http://watsapp.me/923076859893